ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

اُردو میں جاسوسی ادب

جاسوسی ادب کی جڑیں تلاش کرتے ہوئے ہم عہدِ قدیم کو مشرقی داستانوں خصوصاً الف لیلہ' (بغداد و مصر سے متعلق حصّے) طلسمِ ہوشربا اور بوستانِ خیال تک جا نکلتے ہیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ جارج ولیم ایم رینالڈز کی ناولیں خصوصاً الہ دین ولیلے (ترجمہ: منشی امیر حسن) یاد آتا ہے۔ یوں مغرب اور مشرق ہر دو اطراف میں داستانی حیرت و استعجاب کو جگانے والے محیر العقول قصّے، یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسان ابتداء سے اس رُخ پر رواں ہے۔ جارج ولیم ایم۔ رینالڈز کی GOTHIC THRILLERS نے مغرب اور مشرق میں تقریباً ایک صدی تک دھومیں مچائی ہیں۔ اور یہ سلسلہ آج کے سائنسی اور عقلی دور میں جاسوسی ادب کے ایک الگ شعبے کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

مغرب میں ہورس وال پول جب جاسوسی ناولوں کی طرف آیا تو اسے 'GOTHIC' ناول لکھنے والا کہا گیا۔ اس سے پہلے جرمنی میں یہ تجربہ خاصا کامیاب شمار کیا گیا تھا۔ وال پول سے مغرب میں جو لوگ متاثر ہوئے اور جاسوسی ادب کی طرف آئے ان میں ایڈگر ویلیس، آرتھر کونن ڈائل، ولیم لیکو، کریس آپنہیم اور مسز کلارا کے نام نمایاں ہیں۔ علی عباس حسینی کے مطابق[1] وال پول کے تتبع میں بیک فورڈ نے خلیفہ واتھک کی کہانی، مسٹر ریڈ فورڈ نے جنگل کا رومان، لیوس نے راہب' (THE MONK) میری روچ نے کلیسا کے بچے' (THE CHILDREN OF ABBEY) جیسے ناول لکھے۔ جبکہ امریکی ناول نگاروں میں براؤن نے 'وی لینڈ' (VIE LAND) شیلے نے زاستروزی' (ZASTROZZI) مسز شیلے نے 'FRANKENSTEIN' جیسے شہرت یافتہ ناول لکھے۔ حتیٰ کہ ہاتھورن اور سر والٹر اسکاٹ تک نے اس مقبول رجحان سے اثر قبول کیا۔

اردو میں جاسوسی ناول کے ترجمے کی روایت اس تاریخی تسلسل کے ساتھ آگے نہیں بڑھی اور نہ ہی ترجمہ یا اخذ کرتے وقت، ہمارے ہاں کے مترجمین نے اچھے بُرے ناول کی تمیز کو روا رکھا۔ جاسوسی ناول کی روایت سے لاعلمی اور تخلیقی / غیر تخلیقی کام میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے ہمارے ہاں جاسوسی ادب لکھا تو بہت گیا، اور ترجمہ بھی ہوا۔ لیکن کسی اعلیٰ معیار تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی رہی ہو کہ جاسوسی فکشن ہمارے ہاں ادب میں شمار ہی نہیں ہوئی۔

اردو میں جاسوسی ناول کو متعارف کرانے کا سہرا ظفر عمر کے سر ہے۔ جنہوں نے مارس لیبلانک کے عالمی شہرت یافتہ جاسوسی ناول، نیلی چھتری کا ترجمہ کیا اور اس کے بعد مرزا ہادی رسوا، تیرتھ رام فیروزپوری، ندیم صہبائی اور پنڈت ملک راج شرما آنند اس راہ پر چل نکلے۔ یہاں تک کہ ترجمہ کے باب میں یہ تمام حضرات جاسوسی ناول سے ہی متعلق ہو کر رہ گئے[2]

اردو کے پہلے بڑے کُل وقتی جاسوسی ناول نگار ابنِ صفی[3] نے ڈیڑھ سو سے زائد ناول لکھے اور بڑی شہرت سمیٹی۔ ابنِ صفی اپنے طریقۂ کار کے اعتبار سے آرتھر کانن ڈائل اور ارل اسٹینلے گارڈنر سے متاثر تھے، اور ہمیشہ کانن ڈائل کے "طرزِ استدلال" اور ہیرلڈ رابنس کے "انوکھے پن" کی جستجو کرتے رہے۔ اُن کے آٹھ ناول کُلی یا جزوی طور پر انگریزی جاسوسی ادب سے ماخوذ ہیں۔ اس بات کا اعتراف انہوں نے اپنے ۷۵ ویں ناول 'زمین کے بادل'[4] کے دیباچہ میں کیا ہے:

پہلا ناول "دلیر مجرم" تھا۔ اس کا مرکزی خیال مغربی ادب سے لیا گیا تھا۔ یہ ایک جرمن مصنّف کا کارنامہ تھا۔ جس پر دنیا کے کئی مصنّفوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ مثال کے

---

[1] ۔ ناول کی تاریخ اور تنقید، ص ۹۱، ۹۲

[2] ۔ البتہ رسوا کی 'امراؤ جان ادا' اور تیرتھ رام فیروزپوری کی 'بیرے کی پہچان' طبع زاد ناولوں میں یادگار ہیں۔

[3] ۔ اسرار ناروی کے نام سے شاعری اور طغرل فرغان کے قلمی نام سے مزاح لکھتے رہے۔ (پ - ۱۹۲۸ء)

[4] ۔ اسرار پبلی کیشنز۔ میکلوڈ روڈ لاہور۔ س۔ن

طور پر پیٹر شینی نے اسی پلاٹ کو 'سینٹرل ڈیزائن' کے نام سے پیش کیا ہے۔ وکٹر گن نے یہی کہانی 'آئرن سائیڈس' کے نام سے لکھی ہے۔ وکٹر گن کا انداز پیٹر شینی سے کہیں بہتر ہے۔ اس کے مقابلے میں پیٹر شینی کا ناول کسی بچے کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ پیٹر شینی، وکٹر گن سے زیادہ مشہور ہے۔ ہندی میں بھی آپ کو اس پلاٹ پر ایک ناول، 'قیامت کی رات' کے نام سے مل جائے گا۔ اس کے مصنف کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔

ہاں تو 'دلیر مجرم' کا پلاٹ میں نے انگریزی سے لیا تھا! لیکن فریدی اور حمید میرے اپنے کردار تھے۔ میں نے اس کہانی میں کچھ ایسی دلچسپیوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ جو اوریجنل پلاٹ میں نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ جاسوسی دنیا میں ایسے ناول اور بھی ہیں۔ جن کے پلاٹ میں نے انگریزی سے لیے تھے۔ مثلاً 'پُراسرار اجنبی' 'رقاصہ کا قتل' 'ہیرے کی کان' 'خونی پتھر' ان پانچ ناولوں کے علاوہ آپ کو میرے ایک سو دو ناولوں میں ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جس کا پلاٹ میرا اپنا نہ ہو۔ البتہ 'خوفناک ہنگامہ' کا کردار پروفیسر درّانی انگریزی سے آیا ہے، صرف کردار ہی، کہانی میری اپنی ہے۔ اس طرح 'پہاڑوں کی ملکہ' کا بن مانس اور سفید ملکہ بھی انگریزی ہی سے آئے ہیں۔ لیکن پلاٹ میرا اپنا ہے۔ عمران کے سارے ناول بے داغ ہیں۔ ان میں نہ آپ کو کوئی ایسی کہانی ملے گی، جس کا پلاٹ انگریزی سے لیا گیا ہو، اور نہ کوئی ایسا کردار ملے گا۔

اسی طرح ان ایک سو دو ناولوں میں بمشکل سات یا آٹھ ناول ایسے نکلیں گے۔ جن میں کسی قسم کی 'ملاوٹ' مل سکے۔ ورنہ بقیہ سب خالص ہیں! "وہ پانچ ناول جن کے پلاٹ میں نے انگریزی سے لیے ہیں ترجمہ نہیں ہیں۔ ان کی ایک ایک سطر پر میرا دعویٰ ہے" (ص ۳ اور ص ۴ سے اقتباس)

اسی کے ساتھ ابن صفی کے ناول 'دلیر مجرم' کا ابتدائیہ بھی دیکھتے چلئے:

"مجھے جانا ہی پڑے گا مامی"

ڈاکٹر شوکت نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اوور کوٹ کی دوسری آستین میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"ایشور تمہاری رکھشا کرے اور اس کے سوا میں کہہ کیا سکتی ہوں۔

بوڑھی سیتا دیوی بولیں۔

"لیکن سر میں اچھی طرح مفلر لپیٹ لو۔ سردی بہت ہے"

"مامی" ڈاکٹر شوکت بچگانے انداز میں بولا۔

"آپ تو مجھے بچہ ہی بنائے دے رہی ہیں۔ مفلر سر میں لپیٹ لوں! ہا ہا ہا"۔

ابنِ صفی کے جاسوسی ادب کی طرف آنے سے پہلے ہمارے ہاں جاسوسی ادب کا دائرہ کار عام طور پر ترجموں تک محدود تھا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۵۲ء (جب ابنِ صفی کا 'دلیر مجرم' شائع ہوا) کے بعد اس شعبے میں طبع زاد کام زیادہ ہوا۔ یہ بات اپنی جگہ کہ ابنِ صفی کے فریدی اور حمید کے سامنے کوئی اور کرداری سلسلہ جچا نہیں۔

اردو میں جاسوسی ناول کے باب میں بات کرتے ہوئے ڈاکٹر اعجاز حسین لکھتے ہیں:

"ہنوز طلسم ہوشربا کے خیال سے دامن چھٹ نہیں سکا۔ تہہ میں وہی روایتی تخیل اور کسی حد تک مافوق الفطرت باتوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ غور کرنے سے طلسمِ ہوشربا اور آج کے جاسوسی ناولوں میں ایک گونا مماثلت ملتی ہے، جیسے اس میں خیر و شر کی لڑائی میں قلت کثرت پر فتح پاتی ہے۔ ویسا ہی آج جاسوسی ناولوں میں نیک و بد کی لڑائی نظر آئے گی۔ جیسے اس زمانے میں امیر حمزہ کے ساتھ عمر عیار۔ حمزہ لا اینفک ہو گیا تھا۔ ویسے ہی آج بھی خفیہ پولیس آفیسر کے ساتھ ایک ہمزاد نظر آتا ہے، جیسے جاسوسی ناول میں فریدی کے ساتھ حمید سائے کی طرح ہر وقت ساتھ رہتا ہے"[1]

ابنِ صفی سے قبل طبع زاد جاسوسی ناول لکھنے والوں میں پنڈت کشور چند مصنفہ 'رتن بے بہا' (پانچ جلدوں میں) 'پیاری' (دو جلدوں میں) 'جام دلربا' 'بدر النساء بیگم'

---

[1] "اردو ادب آزادی کے بعد" ص ۲۶۲، ۲۶۳

پلیڈر کی کرتوت ، پدماوتی وغیرہ (طابع : لالہ دیوی داس جانکی داس ، تاجران کتب بازار مائی سیوان ، امرتسر)

طالب بنارسی لکھنوی مصنفہ "ایران کا چاند" (طابع : سیٹھ آدم جی عبداللہ اینڈ کمپنی، بمبئی والے ، نولکھا بازار لاہور۔ طبع اوّل اپریل ۱۹۲۹ء) فدا علی خنجر (خونی بھائی ۱۹۲۲ء) سید شہنشاہ حسین (خونی بہن ۱۹۲۲ء) بی۔ ایس نسیم (خونی ٹولہ) نور محمد عشرت (خونی بہرام) احمد اللہ خاں (خونی ہتھکڑی) اور طالب الہ آبادی (خونی پہچان ۱۹۲۹ء) نے بہت شہرت پائی۔

جہاں تک تراجم کا تعلق ہے تو مرزا ہادی رسوا کے ترجموں سے متعلق ڈاکٹر ظہیر فتح پوری لکھتے ہیں :

"رسوا ایک کامیاب مترجم تھے اور ان کے سب سے بہتر نمونے وہ تراجم ہیں جو انہوں نے دارالترجمہ حیدر آباد دکن میں کئے۔ اس کے برخلاف متذکرہ بالا ناولوں[1] میں بیشتر مقام پر ترجمے کا معیار بہت ہلکا ہے۔ یہ سب معمولی درجے کے انگریزی جاسوسی ناولوں کے تراجم ہیں۔ جن کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔"[2]

مرزا رسوا کے ناول میری کوریلی کے ناول 'WORWOOD' کو ترجمہ کرتے وقت یہاں تک کیا ہے کہ اکثر فرانسیسی اشعار کی جگہ پوربی گیت شامل کر دیے اور بغیر کسی جواز کے کچھ حصے حذف بھی کر دیے ہیں۔ مثلاً اصل ناول کے باب ۱۴ اور ۱۵ کو حذف کر کے ۱۳ کے بعد باب ۱۶ شروع کر دیا ہے۔ رسوا نے ترجمہ کرتے وقت حاشیہ آرائی بھی کی ہے۔ "خونی عاشق"۔ ص ۳۱۹ سے اقتباس

مرزا ہادی رسوا نے میری کوریلی کے ایک جاسوسی ناول کا ترجمہ 'خونی مصوّر' کے عنوان سے ۱۹۱۹ء میں کیا تو اس ترجمے کی مقبولیت کے سبب ہر جاسوسی ناول کے ترجمے کا عنوان 'خونی' کے اضافی لفظ کے ساتھ قائم کیا جانے لگا خود مرزا ہادی رسوا تک نے اپنے ترجموں میں یہی صورت برقرار رکھی۔

تیرتھ رام فیروز پوری کے تین تراجم 'خونی چکر' ، 'خونی تلوار' (دو جلدیں) اور 'خونی ہیرا' (دو جلدیں) میں 'خونی' کا لفظ مشترک ہے۔ اسی طرح طبع زاد لکھنے والوں نے بھی مقبولیت کے پیش نظر اس لفظ کو خوب برتا۔ ایک مختصر فہرست ملاحظہ ہو :

خونی بھائی	(ناول)	از فدا علی خنجر	مطبوعہ : ہمدم برقی پریس لکھنؤ ۱۹۲۳ء
خونی بہن	"	از سید شہنشاہ حسین	" " " " "
خونی ٹولہ	"	از بی۔ ایس۔ نسیم	" خواجہ محمد شفیع لاہور ، س۔ ن
خونی ملاح	"		" انڈین پریس لکھنؤ ، س۔ ن
خونی بہرام	"	از نور محمد عشرت	" فضل بک ڈپو، لاہور ، س۔ ن
خونی ہتھکڑی	"	از احمد اللہ خان	" شمس المطابع، آگرہ ، س۔ ن
خونی کی پہچان	"	از طالب الہ آبادی	" ۱۹۲۹ء
خونی کی پیاس	"		" دارالاشاعت پنجاب، لاہور، ۱۹۳۶ء

سو کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے ہاں جاسوسی ادب قاری کی پسند یا ناپسند کے زیر اثر ترجمہ ہوا۔

ہماری جاسوسی دنیا کے بے تاج بادشاہ منشی تیرتھ رام فیروز پوری نے آرتھر کانن ڈائل ، مارس لبیلانک ، ولیم لیکو ، فری مین ولز کرافٹس ، ویلنٹائن ولیمز ، ایلن ایسپروڈ ، رچرڈ ہنری سیوچ ، جیکس فیوٹرل ، چارلس میک ادائے ، ایڈگر ویلس ، لارڈ فریڈرک ہملٹن ، ای فلپس آپنہم ، جے ایس۔ فلیچر ، سیکس روہمر اور گئی بوتھبی کے لگ بھگ

---

[1] خونی مصوّر۔ اشاعت ۱۹۱۹ء از میری کوریلی 'WORWOOD' کا ترجمہ ۔ خونی بھید۔ " ۱۹۲۴ء "
خونی عاشق۔ " ۱۹۲۰ء " خونی جورو۔ " ۱۹۲۸ء " انڈین پریس لکھنؤ
خونی شہزادہ۔ " ۱۹۲۱ء ۔ لیتھو ڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ بہرام کی رہائی۔ از مارس لیبلانک (فرانسیسی سے ترجمہ)

[2] "رسوا کی ناول نگاری" طابع : حروف، P - ۲۲۲ سیدپور۔ راولپنڈی ۱۹۷۰ء ص ۳۹۸

پچاس جاسوسی ناول اردو میں منتقل کیے، جن میں سے بیشتر کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل تھے مثلاً ویلنٹائن ویلمز کا ضخیم ناول 'تلافیٔ گناہ' 'لنگڑا جاسوس' اور 'کلب فٹ کا جاسوس' کے نام سے ترجمہ کیا گیا۔

تیرتھ رام فیروزپوری کے یہ تراجم اوّل اوّل نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجرانِ کتب (لاہور۔ امرتسر۔ جالندھر) اور لال برادرس لاہور نے ۱۹۳۹ء سے قبل شائع کیا۔ ان تراجم میں سے اکثر اب نایاب ہیں۔ جیسے سیکس روہمر کے ناول کا ترجمہ 'فومانچو کی تلاش'

ویلنٹائن ویلمز کے ناول 'دی تھری آف کلبز' کے ترجمے 'چڑیا کی تکی' کے ابتدائیہ سے نمونہ ملاحظہ ہو:

"عالی شان سفارت خانہ میں محفلِ رقص جاری تھی۔

امریکہ کی کانفرنس اسلحہ کے اختتام پر ڈیلیگیٹوں کے اعزاز میں سفیر ارجنٹائینا کی طرف سے جو جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اس کے لیے ملک کے بہترین سازندے طلب کیے گئے تھے۔ جو اپنی دردناک لَے سے روحوں پر کیف طاری کرتے تھے۔ ارجنٹائن کے میدانوں کے آتش افروز نغمے تاروں کی چھاؤں میں کیے ہوئے عشق جانستان کی یاد سے لبریز واشنگٹن کے بیشتر اہل کاروں کو جو اس بزم میں شریک تھے۔ ناچ جاری رکھنے پر اکساتے اور رُخِ تاباں کی یاد تازہ کر کے ان کے سینوں کو برماتے تھے۔"

'لعلِ مقدس' از ایلن ایپرووڈ "THE ACCUSED PRINCE" کا ترجمہ ۱۴ ابواب پر مشتمل ناول۔

ابتدائیہ سے نمونہ:

"سہ پہر کا وقت تھا اور ہیگنز برگ کے قصرِ شاہی کے ایک حصّہ میں شہ دروازے کے سامنے ایک سلحشور سپاہی وردی پہنے سنگین چڑھائے بے تابی سے اِدھر اُدھر ٹہلتا پھر رہا تھا۔ چونکہ جولائی کا مہینہ تھا۔ اور آفتاب کی رخشتی کرنیں سیدھی اس کے مُنہ پر آکر لگتی تھیں۔ اس لیے تھوڑی دیر کے بعد وہ کبھی اپنی ٹوپی کو ہلانے، کبھی رومال سے پسینہ پونچھنے کو کھڑا ہو جاتا تھا۔ یکایک اس نے دیکھا کہ پانچ آدمیوں کی جماعت سامنے کے میدان سے اس کی طرف چلی آتی ہے۔

قدیم عہد کے دیگر مترجمین کے مندرجہ ذیل تراجم اپنے اپنے زمانے میں خاصے مقبول رہے۔

'یادگار شرلک ہومز'	از آرتھر کانن ڈائل	/ فیروزالدین مُراد	۱۹۳۹ء سے قبل
'شرلک ہومز کا پہلا کارنامہ'	"	/ "	"
'حکایات شرلک ہومز'	"	/ "	"
'خونبابۂ عشق'	"	/ "	لاہور ۱۹۲۱ء
'فاتح یوپ یا اسرار دربار نپولین'	"	/ رفیع احمد خان	لکھنؤ ۱۹۲۱ء
'مجلس ہفت ملوک'	X	/ غلام مصطفےٰ رسا حیدرآبادی۔	۱۹۳۹ء سے قبل
'درسِ عشق'	X	/ مرزا خاں دہلوی	"
'الماس یعنی ہیروں کا بادشاہ'	X	/ غلام حسین پشاوری	"
'تگڈم'	X	/ دوارکا پرشاد افق	"
'دوجہاں کی سیر'	از میری کوریلی	/ X	فیروزپور ۱۹۰۸ء
'روحِ لیلیٰ'	"	/ X	س۔ن
'رموزِ قدرت'	"	/ راجہ محمد افضل خاں	س۔ن

'زسکا' 〃 / پنڈت ملک راج شرما آنند۔ لاہور ۱۹۱۸ء

'جذبۂ انتقام' 〃 / ایم۔ ایچ۔ حیدری کتاب گھر راولپنڈی س۔ن

انگریزی جاسوسی ادب کے نئے ناموں میں ارل اسٹینلے گارڈنر مغرب اور مشرق ہر دو اطراف میں یکساں مقبولیت کا حامل نام ہے۔ ۱۹۶۲ء سے پہلے انور پبلشرز نے اس کے درجن بھر ناول ترجمہ کروائے اور شائع کیے۔ جس کے فوراً بعد یہ نام اردو کے ترجمہ شدہ جاسوسی ادب پر چھا گیا۔ ارل اسٹینلے گارڈنر کے تمام ناول پیری میسن جاسوس کے کارناموں سے متعلق ہیں۔ اردو میں مغرب کے جن جاسوسی ناول نگاروں کے تراجم سب سے زیادہ ہوئے۔ ان میں جیمز ہیڈلے چیز، رچرڈ ایس۔ راتھر، کارٹر براؤن، اے۔ اے فیئر، الیسٹر میکلین، بیرام سٹوکر، آرتھر۔ ای۔ ہرٹزلر، ڈان بیلانی، مائیک بریٹ، ایڈگر ویلس، آئین فلیمنگ، جان ڈکسن کار، جین بروس، برٹ ہالیڈے، جان کریزی، مچل ایوالون، روز میکڈانلڈ، ڈینس وہیٹلی، رچرڈ مارش، جان ہملٹن، میری شیلے، گوتھری جونیئر اور اگاتھا کرسٹی کے نام بہت نمایاں ہیں۔

جاسوسی ادب کی اس گہما گہمی کے سبب اردو کے بہت نمایاں ادیبوں نے بھی مرزا ہادی رسوا کی طرح جاسوسی ادب کے ترجمے کیے۔ اس خصوصیت میں پنڈت ملک راج شرما آنند 'زسکا' یا ارواحِ بد کے ظہور کا راز۔ از میری کوریلی) راجہ محمد افضل خان 'رموزِ قدرت' از میری کوریلی)، آغا شاعر قزلباش (جلوہ) شوکت تھانوی (۴۲۰) محمود نظامی (نیلی بستیاں، از گوتھری جونیئر) اور کمال احمد رضوی 'راجہ ایکرائیڈ کا قتل' 'میسوپوٹامیہ میں قتل'، از اگاتھا کرسٹی) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جاسوسی ادب سے دلچسپی کا اظہار ۱۹۰۲ء میں علمی اور سائنسی تراجم کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ جب پانی پت سے ۱۹۰۲ء میں 'جاسوسی قصے' نام کی ایک انتھالوجی شائع ہوئی۔ لیکن ہمارے ادب کے ناخداؤں نے جاسوسی ادب کو تاحال مان کر نہیں دیا۔

شکل:۔ کوکوشکا